تاثرات

گزشتہ ماہ جب تاثرات لکھے جا رہے تھے، تو ملکی حالات کچھ ایسے نازک اور مخدوش موڑ پر آ چکے تھے کہ صرف نیک تمناؤں کا اظہار ہی کیا جا سکتا تھا۔ ورنہ کیفیت یہ تھی:

اخبار تو پڑھتے تھے مگر ہاتھ تھا دل پر — سطروں پہ تڑپتی تھی نظر ہاتھ تھا مل پر

اک ہاتھ تھا دل پر کبھی ایک ہاتھ قلم پر — لکھتے نہیں بنتی تھی کہ بن آئی تھی دم پر

اس ماہ کے تاثرات قلم بند کرتے وقت حالات کچھ بدل سے گئے ہیں۔ یہ اسی تبدیلی کا اثر ہے کہ ملک بھر میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو گزشتہ چند ماہ کے سیاسی بحران کی وجہ سے طویل غیر یقینی صورتِ حال اور ذہنی کرب میں مبتلا رہنے کے بعد قدرے سکون کا سانس لینا نصیب ہوا ہے۔ مسلح افواج نے ملک کا نظم و نسق سنبھال کر وقتی طور پر بے گناہ لوگوں اور امن پسند شہریوں کے جان و مال کو اس خون خرابے اور لوٹ مار کی زد میں آنے سے بچا لیا ہے، جس کا ہم اب تصور بھی نہیں کر سکتے اور اس ہنگامہ آرائی کو روک دیا ہے، جس کے نتائج ملک اور قوم بلکہ کسی کے حق میں بھی اچھے نہ ہوتے۔ اب امید ہے کہ تنے ہوئے اعصاب معمول پر آجائیں گے، جذبات ٹھنڈے ہو جائیں گے اور لوگ عقل و خرد سے کام لے کر ایک بار پھر سنجیدگی سے استحکام اور سلامتی کی راہ پر گامزن ہو جائیں گے۔

پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اور اسلام کے نام پر ہی قائم رہے گا۔ اسلامی اخلاق اور اسلامی آداب کو سچے دل سے اپنانا، اسلام کے عادلانہ، ایمان افروز اور روح پرور اصولوں کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں سمونا اور اسلام کے درسِ مساوات کو حفظ کر کے حقوق العباد اور حصولِ علم کو معاشرتی زندگی کا جزو بنانا ہم سب کا نصب العین ہونا چاہیے۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ ہم اپنی فلاح کا اہتمام کریں گے بلکہ ملک کو مستحکم کرنے اور جمہوری نظام کی بنیادیں پختہ کرنے کا فرض بھی انجام دیں گے۔ یہ فرض

ہم سب کو حل کرادکتا ہے۔ اس کے لیے بے حد مخلصانہ اور نمود و نمائش سے بے نیاز کوششوں کی ضرورت ہے تاکہ شاید مقصود حاصل ہو سکے۔

"المعارف" کا آئندہ شمارہ اقبال نمبر ہوگا۔ حضرت علامہ امتوں کی تقدیریں اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب پر ہمیشہ غور کیا کرتے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں:

تقدیرِ اُمم دیدم پنہاں بہ کتاب اندر

انھیں قرآنِ کریم سے اتنا شغف تھا کہ جب کبھی ان کے سامنے قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھا جاتا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں، جسم کانپنے لگتا اور وہ بحرِ معانی کی تہ میں اتر کر بڑے فلسفیانہ اور ادق مسائل کے درِ شہوار نکال لاتے:

گوہر دریائے قرآں سفتہ ام　　شرح رمز صبغۃ اللہ گفتہ ام

دارم اندر سینہ نور لا الہ　　در شراب من سرور لا الہ

ملت کے تمام امراض کا علاج وہ قرآن مجید ہی میں سمجھتے تھے اور ان کے پیغام کی اصل بنیاد اسی پر ہے:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن　　نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

مسلمان ہی کو نہیں بلکہ وہ دنیا کی ہر قوم بلکہ بنی نوعِ انسان کو قرآن مجید کے تجویز کردہ لائحہ عمل پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں:

نوعِ انساں را پیام آخریں　　حامل او رحمۃ للعالمیں

عمر کے آخری ایام میں آواز بیٹھ جانے کا انھیں سب سے زیادہ قلق یہی تھا کہ وہ قرآن پاک بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے تھے۔ وہ قرآن کریم یہ سمجھ کر تلاوت کیا کرتے تھے کہ یہ انھیں پر نازل ہوا یا خدا تعالیٰ ان سے ہمکلام ہے۔

ہماری کوشش ہوگی کہ اقبال نمبر کی پیش کش ہر لحاظ سے علامہ اقبال کے شایانِ شان ہو۔

محمد عبداللہ قریشی